# مال مخلوط و مشکوک کے معاشرتی و اعتقادی نقصانات

ڈاکٹر محمد عماد الحق

اسسٹنٹ پروفیسر، کامسیٹس انسٹیٹیوٹ آف انفارمیشن ٹیکنالوجی، لاہور

## Abstract

Muslims are blessed with the teachings of Islam where the principles of *Halal* and *Haram* are clearly defined in Quran and Sunnah. The technological revolution in the world and economic evolutionary process opened more avenues for business transactions which fall between *Halal* and *Haram* and they are known as doubtful transactions which compel especially Muslims to redefine the application of such set principles that could reflect the adaptive image of Islam on one side and the flexibility and universality of Islamic teachings on the other side . It is not merely a matter of sale of forbidden or permissible items in the market but the mixing of *Halal* with *Haram*, especially in the income of the families generated by more than one family person while living under combine family system. In joint family system generally the earning and spending head remains common so people earn their livelihood through multiple resources of *Halal*, *Haram* and sometimes through doubtful sources. The article focuses on the implication of the use of doubtful and source of income its impact on the basic beliefs and practices with the Islamic order when they are qualitative and quantitative.

Key word:Wealth,Halal,Haram,Doubtfull

### خلط کے لغوی معنی

**خلط الشی بالشئی . خلطً** ، ملانا آمیزش کرنا (اس آمیزش کے بعد کبھی تمیز ممکن ہوتی ہے جیسا کہ حیوانات میں ہے اور کبھی ممکن نہیں ہوتی جیسے سیال چیزوں میں ہے...... و **خلط الشی بالشئی** ، ملانا، آمیزش کرنا، خلط ملط کرنا۔(۱)

### شک کے لغوی معنی

**الشّک**: شک وشبہ (ایک ذہنی کیفیت جو کہ اثبات ونفی میں دائر رہتی ہے اور ذہن کوئی ایک فیصلہ نہیں کر پاتا۔(۲)

قولہ الشّك: هو التردد بين النقيضين بلا ترجيح لاحدهما على الآخر عندالشاك وقيل الشّك مااستوى طرفاه۔ وهوالوقوف بين الشيئين لايميل القلب الى احدهما فازا ترجح احدهما ولم يطرح الآخر فهوظن فازا طرحه فهو غالب الظن وهو بمنزلة اليقين۔(۳)

''اور یہ قول شک، وہ تردد کا ہونا ہے دونقیضوں کے درمیان بغیر ترجیح دیئے کسی ایک کو دوسرے پر شک کرنے والے کے نزدیک جبکہ یہ بھی کہا جاتا ہے شک اسے کہتے ہیں کہ جس کے دونوں اطراف برابر ہوں اور وہ دو چیزوں کے درمیان توقف کو کہا جاتا ہے کہ جس میں دل کسی بھی ایک طرف کو مائل نہیں ہوتا ہے لیکن جب دونوں میں سے کسی ایک کو ترجیح مل جائے تو اب یہ شک ظن میں تبدیل ہوجاتا ہے اور جب ظن کی طرف میلان ہوجائے تو اب یہ ظن، ظن غالب میں تبدیل ہوجاتا ہے اور ظن غالب بمزلہ یقین کے ہوتا ہے۔''

## مال مخلوط کے بارے میں بنیادی اصول

راقم الحروف یہ کہتا ہے کہ مال مخلوط اور مشکوک کے بارے میں کچھ چیزوں کا جاننا ضروری ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

i- مال مخلوط دو اقسام پر مشتمل ہے ایک وہ کہ جس میں آمیزش کا تعین کیا جاسکتا ہو اور مال عددی ہو یا مبیع عددی ہو اور دوم وہ کہ جس میں ایک مرتبہ اختلاط کے بعد آمیزش کا تعین ممکن نہیں ہوتا ہے جیسے کہ سیال چیز چنانچہ جہاں پر مبیع عددی ہو وہاں پر اس مال کے اس حصہ سے اجتناب ضروری اور واجب ہوگا کہ جس کے بارے میں یقین ہو کہ یہ مال حرام ہے لیکن جہاں پر تعین ممکن نہیں ہے وہاں اعتبار اغلب کا ہوگا۔

ii- دوسری صورت یہ ہے کہ مال مشکوک ہو اور اب صورت متشابہ کی بن گئی ہو تو ایسی صورت میں چونکہ اب معاملہ مساوی الطرفین ہو چکا ہے اس لیے حرام اور حلال کا تعین مبیع میں ممکن نہ ہوگا چنانچہ ایسی صورت میں اعتبار مبیع میں اغلب کا ہوگا اور بنا بر احتیاط اور تقوی جانب حرام کو ترجیح دی جائے گی اور اس مال سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کی جائے گی۔

چنانچہ اس باب میں آپ ﷺ کا ایک قول بہت اہمیت کا حامل ہے جس سے مسلمانوں کو یہ سبق ملتا ہے کہ حرام کی طرح مشتبہ چیزوں سے بھی اجتناب کرنا ضروری ہے۔

## حديث الحلال بيّن والحرام بيّن:

عن النعمان بن بشير قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الحلال بيّن والحرام بيّن وبينهما مشتبهات لايعلمهنّ كثير من النّاس فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه و عرضه ومن وقع فى الشبهات وقع فى الحرام كالرّاعى يرعى حول الحمى يوشك ان يرتع فيه الاوانّ لكل ملك حمى الاوانّ حمى اللّٰه محارمه، الاوانّ فى الجسد مضغة ازا صلحت صلح الجسد كلّه وازا فسدت فسد الجسد كلّه الاوهى القلب (۴)

''حضرت نعمان بن بشیر راوی ہیں فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حلال ظاہر ہے، حرام ظاہر

ہے اوران دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے ہیں چنانچہ جس شخص نے مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کیا (یعنی مشتبہ چیزوں سے بچنے والے کے نہ تو دین میں کسی خرابی کا خوف رہے گا اور نہ کوئی اس پر طعن و تشنیع کرے گا) اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہوا وہ حرام میں مبتلا ہو گیا اور اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو ممنوعہ چراگاہ کی مینڈ پر چراتا ہے اور ہر وقت اس کا امکان رہتا ہے کہ اس کے جانور اس ممنوعہ چراگاہ میں گھس کر چرنے لگیں گے۔ جان لو ہر بادشاہ کی ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے اور جان لو اللہ تعالی کی ممنوعہ چراگاہ اس کے بیان کردہ محرّمات ہیں اور اس بات کو بھی ملحوظ رکھو کہ انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب تک وہ درست حالت میں رہتا ہے (یعنی جب تک وہ ایمان وعرفان اور یقین کے نور سے منور رہتا ہے تو اعمال خیر اور حسن اخلاق و احوال کی وجہ سے) پورا جسم درست حالت میں رہتا ہے اور جب اس ٹکڑے میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے۔ یاد رکھو گوشت کا وہ ٹکڑا دل ہے۔''

## حدیث الحلال بیّن والحرام بیّن سے متعلق اہم نکات

چنانچہ مندرجہ بالا حدیث سے متعلق کچھ اہم امور پیش خدمت ہیں:

علامہ بدرالدین عینیؒ نے عمدۃ القاری میں یہ بیان کیا ہے کہ یہ حدیث حلال اور حرام سے متعلق ہے جو کہ پانچ روایات کے ساتھ مروی ہے۔(۵)

(الف)''متشبهات''بروزن مفتعلات ہے جس کے معنی ہیں ''المشكلات من الامور'' یعنی امور میں سے بعض ایسے کہ جن کے بارے میں فیصلہ مشکل ہے۔ کیونکہ دو مخالف جہتوں کے درمیان اشتباہ واقع ہو چکا ہے۔

(ب)''متشبهات'' بروزن متفعلات ہے تو یہ بھی پہلے معنی کی طرح ہوگا کہ جن کے بارے میں فیصلہ کرنا مشکل ہو۔

(ج)''متشبهات'' على البناء للمفعول من التشبيه (یعنی مشبہات بمعنی مفعول اور یہ تشبیہ سے ہے) اور یہ روایت ہے سمرقندی اور مسلم کی جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ امور کہ جن میں تیقن حاصل نہیں ہوتا ہے حکم کی تعیین کے وقت۔

(د)''متشبهات'' على البناء للفاعل من التشبيه (مشبہات بناء بر فاعلیت تشبیہ سے) کہ وہ امور کہ جن کی ذات میں شبہ واقع ہو چکا ہو کہ یہ حلال ہیں یا حرام ہیں۔

(ل)''متشبهات'' على البناء للفاعل من الاشباه اور اس صورت میں بھی وہی معنی مراد ہوں گے کہ جو چوتھی صورت میں مراد لیے گئے ہیں۔

اس حدیث کو محدثین نے ان احادیث میں شمار کیا ہے کہ جو اسلام کی اساس اور بنیاد کہلاتی ہیں۔ اس حدیث کو محدثین نے ثلث الاسلام بھی شمار کیا ہے یعنی بنیادی طور پر اسلام میں کچھ چیزیں جو حلال کے قبیل سے تعلق رکھتی ہیں وہ بالکل واضح ہیں اور جو حرام سے تعلق رکھتی ہیں وہ بھی بالکل واضح ہیں اور تیسرے نمبر پر وہ چیزیں کہ جو مشتبہات سے تعلق رکھتی ہیں جن سے اجتناب

بہت ضروری ہے چنانچہ ایک حدیث تو یہ جو بیان کی گئی ہے جس پر اسلامی احکامات کا دارومدار ہے دوسرے نمبر پر جو حدیث ہے وہ ’’انما لاعمال بالنیات‘‘ کہ تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور تیسری وہ حدیث کہ ’’من حسن الاسلام المرء ترک مالایعنیہ‘‘ کہ ایک شخص کے بہترین مسلمان ہونے کی یہ نشانی ہے کہ وہ لایعنی کاموں سے اجتناب کرے۔

بعض محدثین کا یہ کہنا ہے کہ ایسی احادیث کل چار ہیں کہ جو اسلامی تعلیمات واحکام کا مدار کہلاتی ہیں چنانچہ تین احادیث تو اس صورت میں وہ ہوں گی کہ جن کو ہم بیان کر چکے ہیں اور چوتھی حدیث یہ ہے کہ: لایومن احدکم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ ’’کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا کہ جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہ پسند نہ کرے کہ جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔‘‘

اس حدیث کو اس لیے بھی مدار اسلام میں سے شمار کیا گیا ہے کہ اس میں انسانی زندگی کے تمام ممکنہ شعبوں میں درستگی کی تنبیہ کی گئی ہے جن میں انسان کا کھانا، پینا، انسان کی رفتار وگفتار، انسان کا لباس اور اسکا ذریعہ معاش واقتصاد وغیرہ شامل ہیں کہ انسان اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں جو بھی عمل کرے تو حلال وحرام کو ضرور ملحوظ خاطر رکھے۔

ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ اس ایک حدیث سے اسلام کے تمام احکامات کا استنباط واستخراج ممکن ہے جبکہ امام قرطبیؒ یہ فرماتے ہیں کہ تمام اسلامی احکامات کا استنباط اس لیے ممکن ہے کہ یہ حدیث حلال اور غیر حلال کی تمام تفصیلات کو شامل ہے۔(۶)

لفظ ’’مشتبہات‘‘ جو کہ حدیث میں مذکور ہے اس سے متعلق علماء کرام کے چار مشہور اقوال ہیں۔

## علامہ خطابیؒ کی رائے امور مشتبہات سے متعلق

### ......القول الاول

قال الخطابی وبینھما امور مشتبھات ای انھا تشتبہ علی بعض الناس دون بعض ولیس انھا فی ذوات انفسھا مشتبھة لابیان لھا فی جملة اصول الشریعة ، فانّ اللّٰہ تعالی لم یترک شیئا یجب لہ فیھا حکم الّا وقد جعل فیہ بیانا ونصب علیہ دلیلا ولکن البیان ضربان: بیان جلی ،یعرفہ عامة الناس کافة وبیان خفی لایعرفہ الّا الخاص من العلماء الذین عنوا بعلم الاصول، فاستدرکوا معانی النصوص وعرفوا طریق القیاس والاستنباط ورد الشیئی الی المثل والنظیر(۷)

’’علامہ خطابیؒ کہتے ہیں کہ ان دونوں (حلال وحرام کے درمیان) امور مشتبہات ہیں یعنی وہ امور متشابہ ہیں بعض لوگوں پر نہ کہ دوسرے بعض پر اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ امور فی نفسہ متشابہ ہیں کہ ان پر شریعت کا کوئی بیان موجود نہیں ہے اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالی نے ایسا کوئی حکم نہیں بتلایا کہ جو واجب ہو یہاں تک کہ اس کی تفصیل اور دلیل ذکر نہ فرمادی ہو۔لیکن بیان کی دو اقسام ہیں ایک بیان جلی کہلاتا ہے کہ جس کی معرفت تمام لوگوں کو حاصل ہوتی ہے اور ایک بیان خفی کہلاتا ہے کہ جس کی معرفت علماء میں

سے خاص لوگوں کو حاصل ہوتی ہے اور وہ علما کہ جو اصولیین ہیں کہ جو نصوص کے معانی کا استدراک رکھتے ہیں اور جانتے ہیں قیاس واستنباط کے طریقوں کو اور جو لوٹاتے ہیں کسی چیز کو اس کے مثل اور نظیر کی طرف۔''

چنانچہ اس قول کے مطابق جو کہ علامہ خطابی کا ہے یہ مفہوم واضح ہوتا ہے کہ شریعت کا کوئی بھی حکم فی نفسہ متشابہ نہیں ہے بلکہ اللہ تبارک وتعالی نے ہر چیز کو اس کے حکم کے ساتھ وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا ہے لیکن اگر کوئی چیز ایسی ہے کہ جو مشتبہ ہے تو وہ باعتبار بیان کے ہے کیونکہ شریعت کے بیان دو اقسام پر مبنی ہیں ایک وہ بیان کہ جو واضح ہیں اور اس طرح کے بیان عوام اور خواص دونوں کے لیے باعتبار معرفت یکساں ہیں لیکن کچھ بیان ایسے ہیں کہ جو واضح نہیں ہیں اور ان تک رسائی اللہ تبارک وتعالی کے خاص بندوں کو حاصل ہوتی ہے اور وہ خاص بندے وہ ہیں کہ جو اللہ تعالی کی معرفت رکھتے ہیں اور نصوص ومعانی کے اسرار ورموز سے واقف ہیں اور وہ بذریعہ اجتہاد باری تعالی کے بیان کردہ حکمتوں کی باریکیوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ چنانچہ اس صورت میں کہ جب شریعت کا بیان جلی نہ ہو بلکہ خفی ہو تو عام آدمی کے لیے حکم یہ ہوگا کہ وہ توقف اختیار کرلے اور اس وقت تک اس پر عمل نہ کرے کہ جب تک اہل علم اس متشابہ کے کسی ایک جانب کو ترجیح نہ دے دیں۔

**......القول الثانی**

دوسرے قول کے مطابق مشتبہات سے مراد وہ چیزیں ہیں کہ جن کی علت وحرمت پر دلائل آپس میں متعارض ہوجائیں چنانچہ اگر ایسی صورت میں مجتہد بذریعہ اجتہاد جانب حلت کو ترجیح دے بھی دیتا ہے تو بہتر اس صورت میں بھی یہی ہوگا کہ جانب حرمت پر بوجہ احتیاط عمل کیا جائے اس لیے کہ جانب حلال میں کم از کم شبہ ضرور واقع ہوچکا ہے اور یہ عین ممکن ہے کہ اجتہاد کے وقت مجتہد سے اجتہادی خطا واقع ہوچکی ہو اور یہی رائے علامہ نوویؒ کی بھی ہے۔ علامہ نوویؒ یہ قانون بیان کرتے ہیں کہ جب ایک چیز حلال اور حرام کے درمیان واقع ہوجائے اور اس پر کوئی نص یا اجماع امت بھی موجود نہ ہو اور ایسی صورت میں اگر مجتہد بذریعہ اجتہاد اس کے حکم کو حلال یا حرام قرار بھی دے دے تو ایسی صورت میں انسان کا تقوی اسے یہی سکھاتا ہے کہ اس چیز کو ترک کردینا ہی بہتر ہوگا کیونکہ معاملہ اجتہاد سے تعلق رکھتا ہے اور اجتہاد میں خطا کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ علامہ نوویؒ کی عبارت سے کلام کا حاصل یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشتبہات اصل میں امور اجتہادیہ ہیں چنانچہ اجتہاد کے بعد جانب ترک کو اختیار کرنا تقوی کی بنیاد پر ہوگا نہ کہ فتوی کی بنیاد پر۔

**......القول الثالث**

بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ مشتبہات سے مراد وہ امور ہیں کہ جو مکروہات کے قبیل سے ہیں چنانچہ اس حدیث میں انسان کو مکروہات سے اجتناب برتنے کا حکم دیا گیا ہے اس لیے کہ مکروہات پر عمل کرتے وقت انسان عموماً لاپرواہی اختیار کرتا ہے یہ سوچتے ہوئے کہ یہ حرام تو نہیں ہے اور اس لاپرواہی کے دوران وہ کبھی حرام میں بھی واقع ہوجاتا ہے اور اسے احساس بھی نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ اصل میں مکروہات کی اتباع انسان کو محرمات کی طرف لے جاتی ہے جس کی بنیاد پر شریعت نے انسان کو یہ حکم دیا کہ وہ اگر

مکروہات سے اجتناب برتے گا تو یہ ممکن ہی نہیں ہوگا کہ وہ محرمات میں واقع ہوجائے۔

**......القول الرابع**

بعض محدثین کے نزدیک مشتبہات سے مراد وہ امور ہیں کہ جو مباح کے قبیل سے ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ مباح چیزوں سے بھی اجتناب برتتے تھے جیسا کہ ان کی سیرت اور حالات سے واضح ہوتا ہے چنانچہ مباح بہ نسبت مکروہ کے حرام سے بہت دور ہوتا ہے اور جب ایک انسان امور مباح سے بچے گا محرمات سے بہت دور رہے گا تو اس کے محرمات میں واقع ہونے کے امکانات تقریباً معدوم ہوجاتے ہیں۔

## امور مشتبہات سے متعلق مولانا مفتی تقی عثمانی کی رائے

چنانچہ مشتبہات سے متعلق مولانا محمد تقی عثمانی اپنی رائے تکملۃ فتح الملہم میں بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''کہ مندرجہ بالا بیان کردہ چاروں اقوال میں سے آخر کے دو اقوال بہت کمزور اور مشتبہات سے خارج ہیں کیونکہ مکروہات اور مباحات مشتبہات کے زمرے میں نہیں آتے ہیں۔اس لیے کہ حدیث شریف میں مطلق مشتبہات کا ذکر آیا ہے جو کہ مشتبہات کی تمام صورتوں کو شامل ہے مگر اس بارے میں جو حکم کا ذکر آیا ہے وہ اجمالی ہے اور حکم آپ ﷺ کا وہ بچنے اور اجتناب کرنے کے بارے میں ہے مشتبہات میں واقع ہونے سے اور اجتناب کرنا کسی شئے سے بعض صورتوں میں واجب ہے جبکہ بعض صورتوں میں مستحب ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ مشتبہات میں واقع ہونے والا یا تو عام آدمی ہوگا اور یا مجتہد چنانچہ اگر عام آدمی ہے تو اس کی مزید دو صورتیں ہوں گی اور اگر مشتبہات میں واقع ہونے والا مجتہد ہوگا تو اسکی پھر مزید تین صورتیں ہوں گی یوں کل پانچ صورتیں بنتی ہیں۔''(۸)

**......پہلی صورت**

مشتبہات میں واقع ہونے والا شخص عام آدمی ہے اور اس کے مشتبہات میں واقع ہونے کی وجہ اس شے کے حکم سے متعلق عدم معرفت ہے اور اس شئے کے حکم سے متعلق عام آدمی نے اہل علم سے سوال بھی نہیں کیا بالفاظ دیگر ایک تو عام آدمی کو اس شئ کا ادراک بھی نہیں ہے اور اس شئے کے ادراک کے لیے اس نے اہل علم سے دریافت بھی نہیں کیا ہے۔ چنانچہ ایسے شخص کے لیے تو مشتبہات سے بچنا واجب ہے۔

**......دوسری صورت**

مشتبہات میں واقع ہونے والا عام آدمی ہے جس میں اس شئے سے متعلق (جو کہ مشتبہات کے قبیل سے ہے) عدم معرفت تو ہے لیکن اس عام آدمی نے اہل علم کے سامنے اس مسئلہ کو رکھا ہے جو کہ اس مسئلہ کی بابت کسی ایک رائے کو ترجیح نہیں دے پائے ہیں اور اس صورت میں اہل علم حضرات کے تدبر اور تفکر کے بعد جانب ترک اور جانب جواز دونوں صورتیں مساوی ہوگئی ہیں چنانچہ اب عام آدمی کے لیے اجتناب برتنا مشتبہات سے متعلق وجوبی نہ ہوگا بلکہ استحبابی ہوگا۔

لیکن اگر مشتبہات میں واقع ہونے والا عام آدمی نہیں بلکہ مجتہد ہوگا تو اس کی پھر تین صورتیں ہوں گی جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

**......تیسری صورت**

مشتبہات میں واقع ہونے والا عام آدمی نہیں ہے بلکہ ایک مجتہد ہے اور اس مجتہد کے اشتباہ میں واقع ہونے کی وجہ اس مجتہد کا خاص اسی مسئلہ میں اجتہاد نہ کرنا ہے چنانچہ ایسی صورت میں اس مجتہد کی مثال اب عام آدمی کی طرح ہی ہو جائے گی کہ اس پر مشتبہات سے اجتناب واجب ہو جائے گا۔

**......چوتھی صورت**

ایک مجتہد کے مشتبہات میں واقع ہونے کی وجہ ادلہ کے درمیان تعارض ہے اور وہ بعض کو بعض پر ترجیح نہیں دے پا رہا ہے چنانچہ اس صورت میں بھی ایسے مجتہد پر واجب ہوگا کہ وہ مشتبہات میں واقع ہونے سے اجتناب کرے اس لیے کہ ادلہ جب جانب جواز اور جانب ترک دونوں صورتوں میں مساوی ہیں تو ایسی صورت میں حرام کو ترجیح دی جائے گی مباحات پر۔

**......پانچویں صورت**

ایک مجتہد کا مشتبہات میں واقع ہونا تعارض ادلہ کی بنیاد پر ہے لیکن اس تعارض کی صورت میں وہ مجتہد جانب جواز کو ترجیح دے رہا ہے جانب ترک پر تو اس صورت میں مشتبہات سے اجتناب کرنا ایسے مجتہد کے لیے مستحب ہے نہ کہ واجب ہے۔

## راقم الحروف کی رائے امور مشتبھات سے متعلق

راقم الحروف یہ کہتا ہے کہ مندرجہ بالا بیان کردہ مشتبہات کی پانچ صورتوں میں مزید کچھ تفصیل بھی بیان کی جاسکتی ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔

(الف) دوسری اور چوتھی صورت کے امتزاج سے ایک چھٹی صورت بھی وجود میں آتی ہے یعنی عام آدمی ایک مشتبہ چیز میں واقع ہو چکا ہے اور وہ اس چیز کے بارے میں ایک مجتہد سے سوال کرتا ہے اور وہ مجتہد جب ان مشتبہات میں اجتہاد کرتا ہے تو جانب جواز یا جانب ترک دونوں میں سے کسی ایک کو بھی ترجیح نہیں دے پاتا ہے تو اس صورت میں خواص (علما) کے لیے تو مشتبہات سے اجتناب واجب ہوگا لیکن عام آدمی کے لیے اس صورت میں اجتناب کا حکم استحبابی ہوگا۔

(ب) راقم الحروف کا کلام بیان کردہ پانچوں صورتوں میں سے صورت نمبر تین پر ہے کہ (جس میں یہ کہا گیا ہے کہ مجتہد کسی مشتبہ چیز میں واقع ہو چکا ہے اور اس کے اشتباہ میں واقع ہونے کی وجہ اس مجتہد کا بعض خصوصی مسائل میں اجتہاد کا نہ کرنا ہے راقم الحروف کے نزدیک یہ صورت بہت عجیب ہے کہ اس مجتہد کو یہ حکم دیا جائے کہ جو عام آدمی کو دیا گیا تھا اس لیے کہ راقم الحروف کی نظر میں کوئی شخص یا تو مجتہد ہوتا ہے یا نہیں ہوتا ہے ایسا نہیں ہوتا کہ بعض صورتوں میں کسی شخص کو مجتہد قرار دیا جائے اور بعض صورتوں میں کسی شخص کو مجتہد نہ مانا جائے چنانچہ یہ صورت باطل ہے اور محل نظر ہے۔ اس لیے کہ مجتہد کا مقام ومرتبہ کبھی بھی عام آدمی کی طرح نہیں ہوسکتا ہے اور نہ ہی مجتہد کو وہ حکم دیا جاسکتا ہے کہ جو ایک عام آدمی کو دیا جاتا ہے چنانچہ اگر مجتہد کسی خاص صورت میں اجتہاد نہیں کرنا چاہتا ہے تو اس کی یقیناً کوئی وجہ ہوگی اگر وجہ یہ ہے کہ مجتہد میں اجتہادی صلاحیتیں موجود نہیں ہیں تو اس صورت

میں تو وہ بحث سے خارج ہے کیونکہ وہ مجتہد ہی نہیں ہے لیکن اگر اجتہادی صلاحیتیں موجود ہیں اور پھر بھی اجتہاد نہیں کر رہا ہے تو بنا برتقوی ہوگا جو کہ عین مقصود ہوتا ہے مسائل اجتہادیہ میں تو ایسا مجتہد عموماً مسائل اجتہادیہ میں جلد بازی سے کام نہیں لیتا ہے اور وہ وقتی طور پر سکوت اختیار کرتا ہے اور جب وقت کے ساتھ ساتھ اس پر کچھ اور چیزیں واضح ہوتی ہیں تو پھر ان کے بارے میں وہ رقم طراز ہوتا ہے۔

(ج) مندرجہ بالا بیان کردہ پانچ صورتوں میں سے راقم الحروف کو پانچویں صورت پر بھی تحفظات ہیں (اور وہ یہ کہ مجتہد اجتہاد کر چکا ہے کسی مشتبہ صورت میں اور وہ صورت مباح کو ترجیح دے چکا ہے صورت محرمہ پر تو اس صورت میں مجتہد کے لیے اجتناب کرنا مشتبہات سے مستحب ہے) راقم الحروف کے نزدیک اس صورت میں یہ قید بھی ہونی چاہیے کہ مجتہد جس مشتبہ صورت میں اجتہاد کررہا ہے اس میں وہ خود مبتلا بھی نہ ہو۔ اس لیے کہ مبتلا بہ کے قول کا شریعت ویسے بھی اعتبار نہیں کرتی ہے مثال کے طور پر اگر ایک اسلامک بینک کے Advisor کی ہم مثال لیں تو یہ Advisor بینک کے Pay Roll پر ہوتے ہیں اور بینک کے ملازم ہونے کی وجہ سے یا بینک سے مالی فوائد حاصل کرنے کی وجہ سے اس بات کے قوی امکانات موجود ہوتے ہیں کہ اجتہاد کے نتیجہ میں ان اشیاء میں کہ جو مشتبہات کے قبیل سے ہیں یہ مجتہد مباح کو ترجیح دے دیں حرام پر جو کہ اجتہاد کی ایک خطرناک اور بھیانک صورت ہوگی۔ شریعت مطہرہ نے ہر مجتہد پر جہاں اجتہاد کی بہت سی شرائط نافذ کی ہیں ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مجتہد سے جن چیزوں کے بارے میں سوال کیا جارہا ہو ان میں وہ مجتہد خود مبتلا نہ ہوں کیونکہ مبتلا بہ کے قول کا اعتبار نہیں ہوتا۔

(د) راقم الحروف کے نزدیک امور اجتہادیہ میں فتوی اور تقوی کے درمیان فرق کرنا بھی امور عجیبہ میں سے ہے کیونکہ عموماً فتوی دینے والے کے لیے تقوی کا ہونا ضروری قرار دیا جاتا ہے چنانچہ تمام فتاوی بنا برتقوی ہی صادر ہوتے ہیں تو یہ کہنا کہ فلاں چیز میں فتوی یہ ہے اور تقوی کا لحاظ رکھتے ہوئے حکم یہ ہے غلط ہے۔ اس لیے کہ اس طرح کرنے سے شریعت مطہرہ میں فتوی دیتے وقت ایک نئے باب کا ظہور ہو جائے گا اور اس کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے آج کل کے دور میں کچھ نام نہاد اہل طریقت عوام کو یہ کہتے ہیں کہ شریعت اور طریقت میں فرق ہے اور اس فرق کو باور کرانے کے بعد یہ نام نہاد اہل طریقت لوگوں سے وہ تمام کام کرواتے ہیں جو کہ شریعت کے احکامات کی کھلی خلاف ورزی ہوتی ہے جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ شریعت نام ہے نظریات کا اور ان نظریات پر جب انسان عمل کرتا ہے تو اس کو طریقت کہتے ہیں بالفاظ دیگر اگر یوں کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ طریقت تو شریعت کے احکامات کے عملی مظاہرہ کا نام ہے چنانچہ یہ دونوں کیونکر ایک دوسرے سے مختلف ہو سکتے ہیں اور شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کا یہ قول کہ "قدمی علی رقبة کل ولی" کا مقصد ہی یہ ہے کہ ان کا طریق شریعت کے عین مطابق تھا نہ کہ شریعت سے مختلف تھا۔

راقم الحروف یہ کہتا ہے کہ حدیث میں مشتبہ چیزوں سے اجتناب کا حکم مطلق وارد ہوا ہے اور ارشاد رسول ﷺ کا ظاہر اسی بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مشتبہات سے اجتناب ضروری ہے چنانچہ مشتبہ چیزوں میں اگر اجتہاد کیا جائے تو اجتناب کو ترجیح حدیث

میں وارد ہونے والے الفاظ کی وجہ سے ہمیشہ حاصل رہے گی۔

احکام شریعت اور اس سے قبل تمام ادیان میں اللہ تبارک وتعالی کا یہ قانون رہا ہے کہ تعلیمات میں کچھ چیزیں وہ نازل کی ہیں کہ جو محکم ہیں اور کچھ وہ چیزیں نازل کی ہیں کہ جو متشابہ ہیں۔ چنانچہ محکم وہ ہیں کہ جن کی معنی اور مراد دونوں معلوم ہوں اور متشابہ وہ ہیں کہ جن کے معانی بذریعہ اجتہاد بیان کیے جاسکتے ہوں لیکن مراد معلوم نہ ہو۔ قبل الاسلام تمام شرائع میں بشمول اسلام متشابہ کی مقدار بہت کم رہی ہے جبکہ محکمات کی مقدار بہت زیادہ رہی ہے اور اللہ تبارک وتعالی نے قرآن کریم میں کامیابی کا ایک سنہری اصول بیان فرمادیا ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

## متشابہات کا تاریخی پس منظر

هُوَ الَّذِیٓ اَنْزَلَ عَلَيْکَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ط فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ج وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ لا كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ج وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۹)

''وہی اللہ ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ آیتیں ہیں پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لیے حالانکہ ان کے حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہیں جانتا اور پختہ اور مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لاچکے ہیں یہ ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو صرف عقل مند حاصل کرتے ہیں۔''

چنانچہ پچھلی امتوں کی تباہی کا موجب درحقیقت محکمات کی موجودگی میں متشابہات کی پیروی تھا جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ مومن کو بچنے اور اجتناب کرنے کا حکم دے رہے ہیں اس کی مثال اس طرح ہے جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین کا عادل ہونا محکم ہے اسی طرح ان کی پاکدامنی محکم ہے بالکل اسی طرح ان کے بارے میں برأت کا عقیدہ محکم ہے کہ اللہ تعالی نے انہیں دنیا میں ہی معاف فرمادیا اور اس کا اعلان بھی کردیا۔

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (۱۰)

''اللہ تعالی ان سے راضی ہوا اور یہ اللہ تعالی سے راضی ہوئے۔''

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا (۱۱)

''یقیناً اللہ تعالی مومنوں سے خوش ہوگیا جبکہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کررہے تھے۔ ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے معلوم کرلیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی۔''

اور صرف یہی نہیں بلکہ پھر اللہ تبارک وتعالی نے صحابہ کرام کو ایمان کا معیار بھی ٹھہرا دیا۔

وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ (۱۲)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اور لوگوں (یعنی صحابہ) کی طرح تم بھی ایمان لاؤ تو جواب دیتے ہیں کہ کیا ہم ایسا ایمان لائیں جیسا بے وقوف لائے ہیں۔ خبردار ہو جاؤ یقیناً یہی بے وقوف ہیں لیکن جانتے نہیں۔''

ان مندرجہ بالا پیش کردہ آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام پاک دامن تھے اور ان کی عزت وعظمت محکم تھی لیکن ان کے درمیان آپ ﷺ کے وصال کے بعد جو جنگیں ہوئی ہیں وہ متشابہ ہیں چنانچہ اب ایسی صورت میں جو مومن ہوگا وہ محکم پر عمل کرے گا اور متشابہ کے بارے میں سکوت اختیار کرے گا لیکن جو مفسد ہوگا وہ محکم کو پس پشت ڈال دے گا اور متشابہ کی کھوج میں پڑ جائے گا۔ چنانچہ حاصل کلام یہ ہوگا کہ مومن کے لیے ایمان کی حفاظت کرنا اس کی اولین ترجیحات میں ہونا چاہیے اور ایسی صورت کہ جس میں ایمان پر ضرب آنے کا اندیشہ ہو اس سے بچنا اس پر واجب ہوتا ہے۔

راقم الحروف یہ کہتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی کا یہ قانون ہے کہ وہ تمام مومنوں کے ایمان لانے کے بعد ان کی آزمائش کرتا ہے اور اس آزمائش میں جاہل اور عالم سب برابر ہوتے ہیں چنانچہ جاہل کا امتحان اس میں ہوتا ہے کہ وہ محکمات کو جان لے اور سمجھ لے اور ان پر عمل بجالائے اور عالم کا امتحان اس میں ہوتا ہے کہ وہ متشابہات میں زیادہ دخل اندازی نہ کرے۔

راقم الحروف کا یہ کہنا ہے کہ قرآن کریم کا اسلوب یہ ہے کہ زنا جیسے فعل بد کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ زنا کے قریب مت جاؤ جس سے یقیناً دواعی زنا مراد ہیں نہ کہ زنا چنانچہ ایک شخص اگر دواعی سے اجتناب کرے گا تو یقیناً زنا جیسے فعل میں کبھی بھی مبتلا نہیں ہوگا اسی اسلوب کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے حدیث میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ: فمن وقع فی الشبهات وقع فی الحرام ''کہ جو شبہات میں واقع ہوا گویا کہ وہ حرام میں واقع ہو گیا۔'' اس لیے کہ امور متشابہات حرام سے بہت قریب ہوتے ہیں جبکہ حلال سے بوجۂ مباحات کے درمیان میں حائل ہونے کے کچھ دور ہوتے ہیں یعنی حلال اور متشابہ کے درمیان ایک درجہ مباح کا ہوتا ہے جبکہ متشابہ اور حرام کے درمیان کوئی درجہ نہیں ہوتا ہے چنانچہ جو شخص مشتبہات سے اپنے آپ کو بچانے میں کامیاب ہو جائے گا وہ یقیناً حرام میں واقع نہیں ہوگا۔

حدیث کے الفاظ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مشتبہات میں واقع ہونے سے عقیدہ میں بھی فساد لازم آنے کا اندیشہ ہوتا ہے کیونکہ وہ محرمات سے انتہائی قریب ہوتے ہیں چنانچہ انسان نادانستہ ایسی چیزوں میں واقع ہو جاتا ہے کہ ان کا تعلق حرام سے ہوتا ہے اور حرام یقیناً مستلزم ہوتا ہے فساد عقیدہ کو۔ اور فساد عقیدہ کی صورت میں ایمان کے سلب ہونے کے قوی امکانات موجود ہوتے ہیں۔

حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان کے عقیدہ میں فساد آ جائے تو وہ سب سے پہلے اللہ تعالی کی بارگاہ میں بے

آبرو ہوجاتا ہے اور بارگاہ الٰہی میں بے آبرو ہونے کے بعد انسان دنیا میں بھی مخلوق کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ چنانچہ انسان بارگاہ الٰہی میں اس طرح بے آبرو ہوتا ہے کہ اس کے اعمال صالحہ قبول نہیں ہوتے ہیں اور اس کی دعاؤں میں اثر نہیں ہوتا ہے چنانچہ آپ ﷺ نے حلال مال کھانے کی فضیلت اور حرام کی نحوست کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

## مال حرام کے انسانی عقیدہ وروحانیت پر مضر اثرات

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنه قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ان اللّٰہ طیب لایقبل الّا طیبا و انّ اللّٰہ امرالمومنین بما امر به المرسلین فقال یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا وقال یا ایھا الذین امنوا کلوا من طیبت ما رزقنکم ثم ذکر الرجل یطیل السفر اشعث اغبر یمدید یه الی السمآء یارب یارب ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذی بالحرام فانٰی یستجاب لذالك (۱۳)

''حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ (تمام کمی اور عیوب سے) پاک ہے اور اس پاک ذات کی بارگاہ میں صرف وہی (صدقات واعمال) قبول ہوتے ہیں جو (شرعی عیوب اور نیت کے فساد سے) پاک ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جس چیز (یعنی حلال مال کھانے اور اچھے اعمال) کا حکم اپنے رسولوں کو دیا ہے اسی چیز کا حکم تمام مومنوں کو بھی دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے رسولو: حلال روزی کھاؤ اور اچھے کام کرو۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو تم صرف وہی پاک وحلال رزق کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے۔ پھر آپ نے (بطور مثال) ایک شخص کا حال ذکر کیا کہ وہ طویل سفر اختیار کرتا ہے پراگندہ بال وغبار آلود اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب اے میرے رب (یعنی وہ اپنے مقاصد کے لیے دعا مانگتا ہے) حالانکہ کھانا اس کا حرام، لباس اس کا حرام، پرورش اس کی حرام ہی (غذاؤں سے) ہوئی پھر کیونکر اس کی دعا قبول کی جائے۔''

چنانچہ آپ ﷺ نے آنے والے زمانے کے بارے میں ایک پیشن گوئی بھی فرمائی ہے:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یاتی علی الناس زمان لایبالی المرء مااخذمنه امن الحلال ام من الحرام (۱۴)

''حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانے آئے گا کہ آدمی کو جو مال ملے گا اس کے بارے میں وہ اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ یہ حلال ہے یا حرام۔''

حدیث شریف میں راقم الحروف کے نزدیک روحانی ارتقا کے مدارج کا بھی بیان ہورہا ہے کہ آپ ﷺ انسان میں روحانی ارتقاء کا بنیادی اصول بیان فرمارہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ "**الا وانّ فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وھی القلب**" اس لیے کہ انسان جو کچھ بھی بطور غذا کھاتا ہے تو اس غذا

سے اس کے بدن میں خون بنتا ہے اور پھر وہ خون انسان کے پورے جسم میں گردش کرتا ہے اور اس خون کی گردش کے لیے اللہ تبارک وتعالی نے انسان کے جسم میں ایک عضو رکھا ہے جسے قلب کہتے ہیں اور اسی قلب میں اللہ تعالی اپنی معرفت ڈالتے ہیں چنانچہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ انسان کا قلب اس کے جسم میں خون کی سپلائی کے لیے ایک Pumping Station کی طرح کام کرتا ہے اور اگر خون ہی پاک نہ ہوگا تو اس انسان سے اعمال صالحہ کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے اور معرفت الٰہی کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے۔ صوفیائے کرام اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ قلب کی مثال ایک چھوٹے گاؤں میں ایک کنویں کی طرح ہے جس سے پورا گاؤں سیراب ہوتا ہے چنانچہ اگر اس کنویں میں گندگی ڈال دی جائے یا زہر ملا دیا جائے تو اس سے سیراب ہونے والے تمام لوگ مر جائیں گے یہی مقصد آپ ﷺ کا اس حدیث مبارکہ میں ہے کہ قلب جو کہ پورے جسم کو خون فراہم کرتا ہے اگر وہ خون حرام غذا سے بنا ہے تو انسان کے جوارح سے اعمال صالحہ کی توقع نہیں کی جاسکتی ہے چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک وہ گوشت کا لوتھڑا جسم میں ٹھیک ہے تو پورا جسم ٹھیک ہے لیکن اگر وہ گوشت کا لوتھڑا خراب ہو گیا تو انسان کے پورے جسم میں خرابی پیدا ہو جائے گی۔

## مال مخلوط کے چند جزئیات پر ایک نظر

چنانچہ اب راقم الحروف مال مخلوط کے استعمال پر چند نظائر پیش کرنا چاہتا ہے جس سے مال مخلوط کے استعمال اور اس کے مصرف پر قرآن وسنت کی روشنی میں چند اہم نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ ویسے تو راقم الحروف اس باب کی ابتداء میں ایک کلیہ بیان کر چکا ہے جس میں یہ بات مذکور تھی کہ اعتبار ان مسائل میں اغلب کا کیا جاتا ہے اب تمثیلی طور پر ان کی وضاحت بھی قلم بند کی جاتی ہے۔

### ...... پانی میں حق غیر کے اختلاط کا حکم

اگر دو گلاس شربت میں ایک گلاس شربت چوری یا غصب کا مل جائے تو اس کا حکم یہ ہے کہ بقدر ملک غیر اس سے الگ کر کے مالک کو دے دیا جائے اگر مالک کے بارے میں معلوم ہو اور باقی ایک گلاس شربت حلال رہے گا۔

لو خلطها المودع بجنسها او بغيره بماله او مال آخر بغير ازن مالك بحيث لاتتميز الا بكلفة كحنطه بشعير ودراهم جياد بزيوف ضمنها لاستهلاكه بالخلط لكن لا يباح تناولها قبل اداء الضمان (۱۵)

''اگر اس شخص نے کہ جس کے پاس کوئی چیز بطور امانت کسی نے رکھوائی اور اس نے اس امانت کو اپنے ذاتی مال کے ساتھ خلط ملط کر دیا بغیر اذن مالک ایسا اختلاط کہ جس کے بعد دونوں اموال میں تفریق ممکن نہ رہی انتہائی مشقت کے بغیر جیسا کہ گندم اور جو یا نئے اور کھوٹے سکوں کا اختلاط (اب اس کا حکم یہ ہے) کہ مذکورہ امانت کی ضمان واجب ہوگی کیونکہ اس سے وہ امانت ضائع ہو گئی لیکن جب تک ضمان ادا نہ کیا جائے اس وقت تک اس مال کا استعمال اس شخص کے لیے جائز نہ ہوگا۔''

لو اختلط بحيث لا يتميز يملكه ملكا خبيثا لكن لايحل له التصرف فيه مالم يود بدله (۱۶)

''اگر ملایا مال غیر کو اپنی ملکیت کے ساتھ اس طرح کہ تمیز کرنا دونوں ملکیت میں مشکل ہو تو (یہ شخص مالک تو بن جائے گا) لیکن مال غیر کے مالک کو عوض دیئے بغیر اس مال میں تصرف جائز نہیں ہوگا۔''

**......حرام اور حلال مخلوط روپیہ کا ہبہ کرنا**

اگر ایک شخص تجارت کرتا ہے جو کہ خلاف شرع ہے کہ سود، جھوٹ، دھوکہ، وعدہ خلافی، ملاوٹ، جس میں تمام برائیاں اگر اس کی تجارت میں پائی جاتی ہیں پھر اس مال میں سے وہ اپنے بیٹے کو بھی دیتا ہے لوگوں کو ہدایا بھی دیتا ہے اور مسجد کے امام کی تنخواہ بھی دیتا ہے یا امام کو کھانا بھی کھلاتا ہے۔ ان تمام صورتوں میں اس کے مال کا حکم یہ ہے کہ اس مال کو واپس لوٹا دیا جائے اور لینے سے انکار کر دیا جائے۔(١٧) اور اگر انکار کرنا ممکن نہیں ہے تو مسکینوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

اهدى الى رجل شيئا او اضافه، ان كان غالب ماله من الحلال فلاباس الّا ان يعلم بانه حرام فان كان الغالب هوالحرام ينبغى ان لايقبل الهدية ولا يا كل ا لطعام...... آكل الربا و كاسب الحرام اهدى او اضافه و غالب ماله حرام لايقبل ولايا كل (١٨)

''اگر کسی آدمی کی ملکیت (آمدنی) میں زیادہ حصہ مال حلال کا ہو تو ایسے شخص کی جانب سے ہدیہ اور ضیافت دونوں قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں الا یہ کہ وہ خود حرام کا تعین کر دے اور اگر مال کا اکثر حرام ہے تو پھر ہدیہ وضیافت قبول کرنا درست نہ ہوگا......سود کھانے والا اور حرام کمانے والا اگر ہدیہ دے یا ضیافت کرے اور اس کا غالب مال حرام ہو تو قبول نہیں ہوگا ہدیہ اور ضیافت اور نہ ہی اس مال میں سے کھانا جائز ہوگا۔''

**......مال مخلوط سے دیئے گئے ہدیہ وغیرہ کا حکم**

اهدى الى رجل شيئاً او اضافه، ان كان غالب ماله من الحلال فلا باس (١٩)

''اگر ہدیہ کرے ایک شخص یا کسی کی ضیافت کرے اور اس کا غالب مال حلال ہو تو اسے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

---

**حوالہ جات:**

١۔ القاموس الوحید، مولانا وحید الزماں قاسمی کیرانوی، ادارہ اسلامیات، ص ۴۶۵
٢۔ حوالہ سابق
٣۔ کتاب التعریفات، علی بن محمد الجرجانی، انتشارات ناصر خسرو، طہران، ایران، ص ۵۶
۴۔ مشکواۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، قدیمی کتب خانہ آرام باغ، کراچی
۵۔ عمدۃ القاری، علامہ بدرالدین عینیؒ، جلد ١، ص ۳۴۵

٦۔ایضاً،جلد١،ص٣٤٨
٧۔معالم السنن،علامہ خطابیؒ،جلد٥،٦
٨۔تکملة فتح الملهم بشرح صحيح الامام مسلم،ازمحمدتقی عثمانی،جلد١،ص٦٢٣
٩۔سورة آل عمران:٧ ١٠۔سورة البینہ:٨
١١۔سورة الفتح:١٨ ١٢۔سورة البقرة:١٣
١٣۔مشکواة المصابيح، کتاب البیوع،باب الکسب وطلب الحلال،قدیمی کتب خانہ آرام باغ،کراچی
١٤۔ایضاً
١٥۔ الدُّر المختار مع ردالمختار،کتاب الایداع،جلد٥،ص٦٦٨،٦٦٩
١٦۔ رد المختار،کتاب البیوع،باب البیع الفاسد،مطلب فیمن ورث مالاحراما،جلد٥،ص٩٩
١٧۔فتاوی عالمگیریہ جلد٥،ص٣٤٢،٣٤٣/ کتاب الكراهية الباب الثانی عشر فی الهدايا و الضيافات و كذافی الفتاوی بزازيه على هامش الفتاوی عالمكيريه ،جلد٦،ص٣٦٠/ كتاب الكراهية والرابع فی الهداية و كذافی المجمع الانهر،جلد٢،ص٥٢٩/ كتاب الكراهية، فصل فی الكسب
١٨۔ردالمختار،جلد٥،ص٩٩/ کتاب البیوع،باب بیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالا حراماو كذا فی درالمختار مع رد المختار ،جلد٦،ص١٨٩، كتاب الغضب و كذا فی الدر المختارمع ردالمختار،جلد٦،ص٣٨٦/ كتاب الحظر و الا باحة، فصل فی البيع
١٩۔فتاوی عالمگیری، کتاب الکراہیہ،الباب الثانی عشر فی الھدایا:٣٤٢/٥،رشیدیہ)وکذافی البزازیہ علی ھامش الفتاوی العالمکیریہ، کتاب الکراھیہ،الرابع فی الھدیہ:٣٦٠/٦ رشیدی وکذافی فتاوی قاضی خان علی ھامش الفتاوی العالمکیریہ:٤٠٠/٣، رشیدیہ) وفی البزازیہ:غالب مال المهدى ان كان حلالا، لا باس بقبول هديته ،واکل مالہ مالم یتبین انہ من حرام۔(مجمع الانھر، کتاب الکراھیۃ،فصل فی الاکل:٥٢٩/٢،داراحیاء التراث العربی بیروت)(وکذافی الاشباہ والنظائر،القاعدۃ الثانیہ،اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام،الفن الاول فی القواعد الکلیہ،رقم القاعدہ:٧٥٥:٣٠٩/١ادارہ القرآن کراچی)بحوالہ فتاوی محمودیہ، تبویب،تخریج اورتعلیق،زیرسرپرستی شیخ الحدیث حضرت مولاناسلیم اللہ خان صاحب،زیرنگرانی دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی،جلد ٢٤،ص١٧٤،١٧٧